خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

PAYAM-E-HAYA

پیامِ حیاء

شمارہ نمبر
44

جمادی الاولی 1446ھ
NOVEMBER 2024

نئی دلہن

استاد کیا ہے؟

november

S	M	T	W	T	F	S
					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

PAYAM-E-HAYA

مضامین	صفحہ نمبر
قرآن وحدیث	3
نعت	4
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا(حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب)	5
مسلمانوں کے باہمی حقوق(فاطمہ سعید الرحمن)	7
استاد کیا ہے؟(ابو محمد)	9
بیانات درس قرآن ڈاٹ کام پر	11
اگر بھینس انڈہ دیتی(ساجدہ بتول)	13
آہ غزہ(اسماء شاکر عثمانی امریکہ)	15
بھروسہ(عذرا خالد)	16
نئی دلہن(نیّر تاباں)	17
مشکل حالات اور دُرود شریف	19

مضامین	صفحہ نمبر
سچی محبت(ام محمد عبداللہ)	20
بیٹوں کی کامیاب اور بابرکت زندگی کے اہم اصول(مفتی عبدالرحمن)	21
خوبصورت قید(بنت احمد)	23
چہرے پر نور کیسے آتا ہے؟(بنت جمیل)	25
سموگ	26
خوشحال رہنے کے کچھ اہم ٹپس	29
پکوان(عائشہ نعیم)	30

پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
نائب مدیر: مفتی عبدالرحمن سعید
ایڈمن وایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیمار ضوان۔عمارہ فہیم
ناجیہ شعیب احمد۔عذرا خالد

Published at
www.Darsequran.com

القرآن

جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے (حقیقت تو یہ ہے کہ) ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا امن اور چین تو بس انہی کا حق ہے، اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچ چکے ہیں

(سورۃ الانعام: ۸۲)

الحدیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ اس کتاب مجید کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اونچا کرے گا اور بہت سوں کو نیچے گرائے گا۔"

(صحیح مسلم، حدیث ۱۸۹۷)

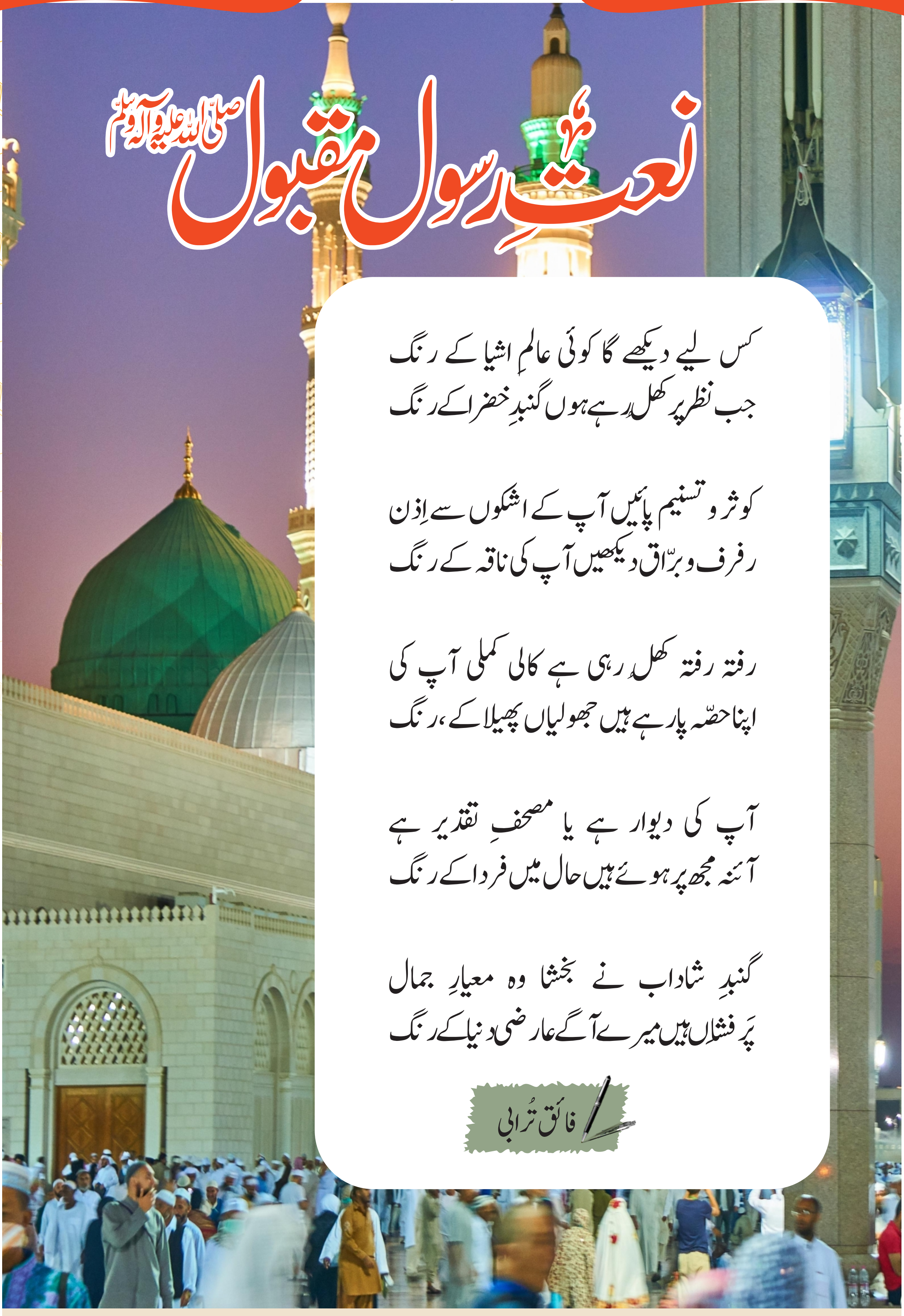

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کس لیے دیکھے گا کوئی عالمِ اشیا کے رنگ
جب نظر پر کھل رہے ہوں گنبدِ خضرا کے رنگ

کوثر و تسنیم پائیں آپ کے اشکوں سے اِذن
رفرف و برّاق دیکھیں آپ کی ناقہ کے رنگ

رفتہ رفتہ کھل رہی ہے کالی کملی آپ کی
اپنا حصّہ پا رہے ہیں جھولیاں پھیلا کے، رنگ

آپ کی دیوار ہے یا مصحفِ تقدیر ہے
آئنہ مجھ پر ہوئے ہیں حال میں فردا کے رنگ

گنبدِ شاداب نے بخشا وہ معیارِ جمال
پَر فشاں ہیں میرے آگے عارضی دنیا کے رنگ

فائق تُرابی

ام المؤمنین حفصہ بنت عمر

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا چھ سال بڑی تھیں۔ دونوں کی والدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے اس وقت ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر میں مشغول تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سنِ شعور کو پہنچیں تو ان کے والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔اس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت پاکیزہ ماحول میں تربیت پائی۔

آپ بڑی فصیح وبلیغ،ادبی ذوق کی حامل اور نہایت عالمہ فاضلہ اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ قرآن مجید کی حافظ تھیں۔ پہلے خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے۔ (یہ مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں شہید ہونے والے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ کے بھائی تھے۔)

خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ ہجرت فرمائی پھر مکہ لوٹ آئے۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف پایا۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور زخمی ہو کر کچھ عرصہ بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ انہیں جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جوانی میں بیوہ ہو گئیں، انہیں شوہر سے جدائی کا بے حد قلق تھا، مگر صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لا کر دلجوئی کرتے رہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ کو بیٹی کا گھر بسانے کی فکر ہوئی اور مناسب کسی رشتے کی تلاش شروع کر دی۔ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خیال آیا کہ ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی تھا کچھ دنوں پہلے فوت ہوئی تھیں۔ مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رشتے کی بات کی تو انہوں نے معذرت کی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ کو رشتہ پیش کیا۔ انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان حضرات کی عدمِ دلچسپی اچھی نہ لگی اور دل میں ناراض ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک معاملہ پہنچا تو فرمایا: ''گھبراؤ نہیں، عثمان کو حفصہ سے بہتر بیوی مل جائے گی اور حفصہ کو عثمان سے بہتر خاوند مل جائے گا۔''
کچھ دنوں بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت حفصہ

رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ ظاہر کیا اور یہ مبارک نکاح عمل میں آیا۔

یہ ہجرت کے تیسرے سال کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مہر چار سو درہم مقرر فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۹ برس تھی۔ نکاح کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا:

جب تم نے حفصہ کا رشتہ پیش کیا اور میں نے جواب نہ دیا تو شاید تم ناراض ہوئے تھے۔

وہ بولے: ''ہاں بالکل''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان (سے رشتے) کا ذکر کرتے سنا تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ (اس لیے تمہاری پیش کش پر میں خاموش رہا) گر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے رشتہ نہ کرتے تو میں یہ پیش کش قبول کر لیتا۔ تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان پانچ امہات المؤمنین میں سے ایک تھیں جنہیں قریشی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یعنی حضرت سودہ، حضرت عائشہ حضرت حفصہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔

عبادت وریاضت میں بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بلند درجہ رکھتی تھیں، صوم وصلوۃ کی کثرت کا یہ حال تھا کہ خود حضرت جبرائیل نے کہا: (بے شک یہ بہت روزے رکھنے والی، بڑی تہجد گزار خاتون ہیں۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور قرب کے لیے کوشاں رہتی تھیں، خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں، لکھنے پڑھنے کا اعلی ذوق رکھتی تھیں۔ علوم قرآن و سنت سے وافر حصہ ملا تھا، تقریباً ساٹھ روایات حدیث آپ سے منقول ہیں جو آپ کے علمی ذوق کی دلیل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کسی وجہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی، حضرت عمر فاروق رضی الوی کو بے حد دکھ ہوا کہ وہ ایک عظیم سعادت سے محروم ہو گئے۔

آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے جبرئیل امین نے کہا ہے: "حفصہ کی طلاق سے رجوع فرمالیجئے کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی، عبادت گزار اور پرہیز گار خاتون ہیں اور جنت میں بھی آپ کی بیوی ہوں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: "ازواج مطہرات میں سے وہی میری برابری کیا کرتی تھیں۔ اس طرح حفاظت قرآن مجید میں آپ کا بہت بڑا کردار ہے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ والد سے انہیں میراث میں غابہ کی کچھ زمین ملی تھی، وفات سے پہلے وہ بھی صدقہ کر دی۔ وفات صحیح قول کے مطابق ۴۵ ہجری میں ہوئی۔ ایک قول ۲۷ھ کا ہے جو خلاف تحقیق ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ مدینہ کے گورنر مروان نے پڑھائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بھی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ بھائیوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ اور عاصم نے جبکہ بھتیجوں میں سے حضرت سالم، حضرت حمزہ اور حضرت عبد اللہ من السلم نے لحد میں اتارا۔

مسلمانوں کے باہمی حقوق

فاطمہ سعید الرحمن

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(ایک) مسلمان کے (دوسرے) مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازے کے ساتھ جانا۔ دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔"

سلام کا جواب دینا:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، مفہوم: "جب تمہیں کوئی شخص سلام کرے، تو تم اُسے اِس سے بھی بہتر طریقے پر سلام کرو یا اُنہی الفاظ میں اُس (کے سلام) کا جواب دے دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ویسے پسندیدہ بات تو یہ ہے کہ جن الفاظ میں کسی شخص نے سلام کیا ہے اس سے بہتر الفاظ میں اس کا جواب دیا جائے، مثلاً اگر اُس نے صرف "السلام علیکم" کہا ہے تو اُس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہا جائے، اور اگر اُس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا ہے تو اُس کے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا جائے، البتہ کسی مسلمان کے سلام کا بالکل جواب نہ دینا گناہ ہے۔

مریض کی عیادت کرنا:

دوسرا حق مسلمان کا یہ ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اُس کی بیمار پرسی کی جائے۔ مریض کی عیادت اور اُس کی بیمار پرسی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُس کے حق میں دُعا ہو جائے، اُس کی حوصلہ افزائی ہو جائے، وہ خوش ہو جائے اور اِس سے اُس کا مرض خفیف و ہلکا ہو جائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: "میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا، تو حضورؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ پیدل چل کر میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں اُس وقت بے ہوش تھا، حضورؐ نے وضو فرمایا، اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، جس سے مجھے افاقہ ہو گیا، میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ حضورؐ تشریف فرما ہیں۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "حضورؐ ایک بیمار دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی بیمار کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو (اُس کو یوں دُعا دیتے) کوئی ڈر کی بات نہیں، ان شاء اللہ! یہ بیماری (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ ہے۔"

جنازے کے پیچھے چلنا:

تیسرا حق مسلمان کا یہ ہے کہ جب وہ مر جائے تو اُس کے جنازے کے پیچھے جائے، جس طرح زندگی میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمے کچھ حقوق ادا کرنا ضروری ہوتے ہیں اسی طرح اُس کے مر جانے کے بعد بھی مسلمانوں پر اُس کا یہ حق ضروری اور فرضِ کفایہ ہوتا ہے کہ اُس کے جنازے کے پیچھے چل کر اُس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔

دعوت کا قبول کرنا:

چوتھا حق مسلمان کا اُس کی دعوت قبول کرنا ہے، اِس

کا مقصد بھی مسلمان کی دل داری اور اُس کی حوصلہ افزائی ہے۔ حضرت زیاد بن انعم الافریقیؒ کہتے ہیں: "ہم لوگ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ ہماری کشتی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی کشتی سے جا ملی، جب ہمارا دوپہر کا کھانا آگیا تو ہم نے اُنہیں (بھی کھانے کے لیے) بلا بھیجا، اِس پر حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے مجھے بلایا ہے، لیکن میں روزے سے ہوں، لیکن پھر بھی میں تمہاری دعوت ضرور قبول کروں گا، کیوں کہ میں نے حضورِ اقدس کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "مسلمان کے اپنے بھائی پر چھے حق واجب ہیں، اگر اُن میں سے ایک بھی کام چھوڑے گا تو وہ اپنے بھائی کا حقِ واجب چھوڑنے والا ہوگا، اُن میں سے ایک ہے کہ) جب وہ اُسے کھانے کی دعوت دے تو وہ ضرور اُسے قبول کرے۔"

چھینک کا جواب دینا:

مسلمان کا پانچواں حق یہ ہے کہ جب اُسے چھینک آئے اور وہ اِس پر "الحمد للہ" کہے تو اُس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا چاہیے کہ یہ واجب ہے۔ اِس سے ایک تو اُس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کیا جاتا ہے اور دوسرے اِس سے باہمی اُلفت و محبت اور بھائی چارے کی بنیاد پڑتی ہے، اور اسلامی تعلیمات کا معاشرے میں فروغ ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، اُن میں سے ایک دوسرے سے (دُنیاوی لحاظ سے) زیادہ مرتبہ والا تھا، بلند مرتبہ والے کو چھینک آئی اُس نے "الحمد للہ" نہیں کہا، حضورؐ نے اُسے چھینک کا جواب نہ دیا، پھر دوسرے کو چھینک آئی اُس نے "الحمد للہ" کہا تو حضورؐ نے اُس کی چھینک کا جواب دیا، اِس پر اُس بلند درجہ والے نے کہا: "مجھے آپؐ کے پاس چھینک آئی، لیکن آپؐ نے میری چھینک کا جواب نہ دیا، اور اِسے چھینک آئی، تو اِس کی چھینک کا جواب آپؐ نے دیا۔" حضورؐ نے فرمایا: "اُس نے چھینکنے کے بعد اللہ کا نام لیا تھا، اِس لیے میں نے اللہ کا نام لے دیا، اور تم اللہ کو بھول گئے، تو میں نے بھی تمہیں بھلا دیا۔"

مسلمانوں کے باہم ایک دوسرے کے ذمے اِن حقوق و فرائض کی ادائی کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنی معاشرتی و اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ خوب گھل مل کر رہیں، ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی خوشی کو اپنی خوشی اور اُس کے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھے، اور تمام مسلمان باہم شیر و شکر ہو کر زندگی گزاریں۔

استاد کیا ہے؟

ابو محمد

اساتذہ کسی بھی قوم کی ترقی کا راز ہوتے ہیں۔ ایک بہترین استاذ ہی بہترین شاگرد تیار کرتا ہے۔آج کی دنیا میں روبوٹ اور مشینوں کے ذریعہ تدریس کی بات ہونے کے باوجود ایک انسانی معلم کی اہمیت برقرار ہے اور امید ہے کہ یہ ایسے ہی برقرار رہے گی۔اس لئے کہ ایک استاذ ہی اپنے دل کے جذبات وخیالات کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتا اور اُنہیں اپنے طلباء کی شخصیت کا اٹوٹ حصہ بنا دیتا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی پیشے ہیں ان میں معلمی ہی سب سے زیادہ مقدس اور محترم مانا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ہمارے اخلاق کا دیوالیہ نکلا جا رہا ہے اور کوئی کسی کی عزت واحترام کیلئے تیار نہیں ہے، اس خرابیٔ حالات کے باوجود طلبہ اپنے معلم یا استاذ کے تئیں کسی نہ کسی حد تک ادب واحترام کا جذبہ رکھتے ہیں اور اس کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ اس دنیا میں تاریکی کو دور کرنے، ایمان کی روشنی پھیلانے، حق کے آنے کا پیغام دینے اور انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی طرف لے جانے کیلئے تشریف لائے تھے۔آپؐ بہترین معلم ومربی تھے (اور ہیں)۔آپؐ نے خاک کو کندن بنادیا۔آپؐ نے اپنے صحابہؓ کی شخصیت کو تراش کر ایسے ہیرے اور لعل وجوہر تیار کردیئے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔آخر وہ کیا خصوصیات تھیں کہ جن کے ذریعہ آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کی تعلیم تدریس کی اور انہیں ایسی حکمتیں سکھائیں کہ قیامت تک نافع ثابت ہوتی رہیں گی۔

آج کے دور کے معلمین کو بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ تدریس چند گھنٹے جاری رہنے والا پیشہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو ساتوں دن اور چوبیس گھنٹے جاری رہتا ہے۔اسکول اور کالج کے اوقات کے باہر ہم یہ کہہ کر پلہ نہیں جھاڑ سکتے کہ میری ڈیوٹی ختم ہو گئی، میں اِسکول میں نہیں ہوں، اب میں اپنے طلباء کو کچھ سکھانے اور ان کی شخصیت کو نکھارنے سنوارنے، ان کی اصلاح کرنے اور کچھ غلط کرتا ہوا دیکھ کر ٹوکنے سے بری ہوں، یہ میری ذمہ داری نہیں ہے۔ اگر وہ سچا اُستاد یا معلم ہے تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔

ایک معلم کیلئے آپؐ کے اسوہ اور سیرت میں بہت بڑا اور غیر معمولی درس موجود ہے۔ہر وہ استاذ جو نرم دلی سے محروم ہو گویا وہ پیشۂ تدریس کے جوہر سے بے بہرہ ہے۔یہی بات آپؐ کا اسوہ اور طرز ہم کو سکھاتا ہے۔وہ معلم ہرگز طلباء کے دلوں تک

رسائی حاصل نہیں کر سکتا جو نرم دل نہ ہو اور اپنائیت سے پیش نہ آئے۔ ترش رو، بے جا سخت کلامی کا عادی، غصیلے مزاج والا اور اسکول انتظامیہ کے سبب پیدا ہونے والے یا ذاتی غصے کو اپنا طلباء پر نکالے۔

سیرۃ النبیؐ ہمیں یہ بات سکھاتی ہے کہ طلباء ہمارے جاں نثار ہو جائیں گے اگر ہم نرم دلی کے ساتھ ان کی خیر خواہی چاہیں۔ اس لئے کہ خیر خواہ تقریباً ہر استاذ ہوتا ہے لیکن سب سے بہتر اور کامیاب استاذ وہ ہوتا ہے جو "دلوں کو فتح کرلے" جیسا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا تھا۔ رحمدلی کی سیڑھیوں کے ذریعے ایک استاذ اپنے طلباء کے دل و جاں میں اترنے کی غیر معمولی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے۔

آپؐ کے اوصاف کے متعلق سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کا کلام نہایت جامع اور مختصر ہوا کرتا تھا۔ آپؐ کم الفاظ میں نہایت بلیغ اور گہرے معانی ادا کرنے کے عادی تھے۔ آپؐ کے الفاظ اپنے اندر جامعیت لئے ہوئے ہوتے تھے۔ مشہور عربی داں الجاحظ آپؐ کے الفاظ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

"آپؐ کا کلام ایسا ہوتا تھا کہ جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوتے تھے۔ وہ تصنع و تکلف سے پاک کلام ہوتا تھا۔ جہاں طوالت کی ضرورت ہو، وہاں آپؐ طوالت اختیار فرماتے۔ جہاں اختصار کی ضرورت ہوتی، وہاں مختصر کلام فرماتے۔ آپؐ کلام میں غیر مالوف و غیر مہذب کلام سے احتراز فرماتے تھے۔"

ایک استاذ اپنی جماعت میں طلباء کو درس کی تفہیم کس طرح کرے، اور ان سے دیگر امور پر کیسے گفتگو کرے اس کے لئے جاحظ کے بتلائے ہوئے اس طریقۂ نبوی سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ الفاظ دل کو چھو لینے والے، وقت بچانے والے (تاکہ نصاب کی وقت پر تکمیل ہو سکے) اور طلباء کی رگ و جاں میں اترنے والے ہوں گے اور طلباء کو درس سمجھانے اور ان کی شخصیت کو نکھارنے میں نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

یہ تین خصائل نبویؐ خاص طور پر معلمین کیلئے بیان کئے گئے ہیں، اس مقصد سے کہ ہم یہ جان لیں کہ سیرۃ النبی ﷺ ایک گہرا سمندر ہے، اس میں ہر وہ غواص بیشمار موتی چن سکتا ہے جسے ڈوب کر ابھرنا آتا ہو۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو ایک کامیاب معلم بننا چاہتا ہو اس کے لئے حضرت محمد ﷺ کے اسوہ میں کامل رہنمائی موجود ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ (بیشک تمہارے لئے رسولؐ اللہ میں نہایت ہی حسین نمونہ حیات ہے)۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم آپ ﷺ کی حیات کا مطالعہ اس زاویے سے کریں کہ ہمیں بحیثیت ایک معلم کیا رہنمائی مل سکتی ہے، ہم خود جان لیں گے کہ یہ مطالعہ ہماری بصارت اور بصیرت دونوں کو روشن کر دے گا۔

اللہ تعالی نے قران حکیم میں جابجا ایمان والوں کی صفات کو بیان فرمایا اور کئی مرتبہ جنت الفردوس پانے والوں کا تذکرہ بھی ہوا ہے قران حکیم میں سورۃ المومنون سے اٹھارویں پارے کا اغاز ہوتا ہے اس کی ابتدائی 11 ایات میں اللہ تعالی نے کامیاب ہونے والے اہل ایمان کی صفات کو بیان فرمایا اور انہی ایات میں اگے چل کر ذکر اتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اللہ تعالی مجھے اپ کو ہم سب کو انہی لوگوں میں شامل فرمائے

سورہ مومنون کی پہلی دو ایات میں ارشاد ہوا

: یقیناً فلاح پا گئے ایمان والے اصل کامیابی تو اخرت کی ہے اللہ ہم سب کو عطا فرمائے ایمان والے جو فلاح پائیں گے کامیابی پائیں گے حقیقی کامیابی حاصل کریں گے ان کی پہلی صفت اگے بیان ہوئی وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں محض ایمان کا دعوی کافی نہیں عمل کا ثبوت بھی لازم ہے۔۔۔۔۔۔مکمل بیان سننے کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کے یوٹیوب چینل کو وزٹ کریں۔

https://youtu.be/XspHX4gc4Lc?feature=shared

سفر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مساجد جب بنتی ہیں تو اس کے اندر خواتین کی مسجد کے لیے بھی بندوبست کیا جاتا ہے باقاعدہ جگہ بنائی جاتی ہے پاکستان میں الحمدللہ جو بڑے شاپنگ مال بن رہے ہیں اب اس میں اس کا اہتمام

ہوتا ہے ورنہ عمومی طور پر شہر کے اندر مسجدوں میں اگر خواتین کہیں جائیں بازار میں شاپنگ کرنے جائیں تو لازما ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجدوں میں خواتین کی جگہوں کا معمول نہیں ہے یا جگہیں ہیں تو وہ تنی اندر یا اتنی ویرانے میں ہوتی ہیں یا اتنے خراب ماحول میں بنائی ہوئی ہوتی ہیں کہ خواتین وہاں جاتے ہوئے کتراتی ہیں ایک ادھ جگہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے تہخانے میں جگہ بنادی کسی جگہ چھت پہ جگہ بنادی ان کے وضو کرنے کی واش روم کی جگہ اچھی نہیں ہے ہمارے یہاں مساجد کو بناتے وقت دو چیزوں کے بارے میں ایک کوتاہی اس وقت نظر اتی ہے جو کہ نہیں انی چاہیے اور دنیا میں۔۔۔۔۔مکمل بیان سننے کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کے یوٹیوب چینل کو وزٹ کریں۔

https://youtu.be/JSQKHjVtQsw?feature=shared

ایک سے بڑھ کر ایک فتنوں کے اس دور میں ہم کہاں جائیں؟

پر فتن اور پر اشوب دور میں ہم کہاں جائیں؟ یہ سوال ہر عام اور خاص کی زبان پر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو پیشن گوئی جب پریڈکشن دی تھی کہ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ائیں گے۔ پے در پہ لگاتار سنبھلنے کا موقع نہیں ملے گا جیسے تسبیح کے دھاگے کو اگر وہ ٹوٹ جائے تو دانے کیسے گرتے ہیں یا بارش ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

جیسے بارش کی بوندیں ہر گھر میں گر رہی ہے کوئی گھر اس سے محفوظ نہیں ایسے فتنے ائیں گے یہاں تک کہ بچنے کا صرف ایک اپشن ہو گا کہ کوئی اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر میدان جہاد میں چلا جائے یا کوئی اپنے مال مویشیوں کو لے کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر جائے اور دنیا سے کمیونیکیشن اور مواصلات کا سارا رابطہ ٹوٹ جائے اور بس وہ نماز پڑھے اور اللہ اللہ کرے یا وہ ادمی جو لکڑی کی تلوار بنائے اٹ مینز کہ وہ لڑائی جھگڑا چھوڑ دے ایون کہ اگر کوئی اس کے گھر میں گھس کر اس کو قتل کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے تو وہ ادم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کی طرح قتل ہو جائے لیکن وہ کوئی مزاحمت نہ کرے ریزسٹنس کریٹ نہ کریں اور فرمایا وہ محفوظ ہو گا جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اچھا گھر کا دروازہ بند کرنا اس صورت میں فائدے میں ہے کہ اپ کے پاس موبائل نہ ہو اینڈرائڈ فون نہ ہو اپ کا ایکس میڈیا کے ساتھ نہ ہو ورنہ تو اس میں تو اور فتنے کی چیزیں اپ دیکھیں گے تو اس موقع پر ہم مایوس نہ ہوں چیزوں کو مس یوز بھی نہیں کرنا مایوس بھی نہیں ہونا دل برداشتہ نہیں ہونا ہے ہم نے اپنے حصے کا دیا جلانا ہے یہ جو مایوسی ہے اس سے روکا گیا اور اپ سٹیپ لیں جو پوسیبل ہیں جو اپ کی اویلیبل ریسورسز ہیں اپ اس کے اندر کام کریں۔

مکمل بیان سننے کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کے یوٹیوب چینل کو وزٹ کریں۔

https://youtu.be/y28d2aawq6k?si=Z9fIZ0-YSOFSPUqM

اگر بھینس انڈہ دیتی

ساجدہ بتول

اگر بھینس انڈہ دیتی تو اس کا آملیٹ کتنا بڑا ہوتا؟
یہ مسکراتا جملہ آپ نے بھی سوشل میڈیا پہ پڑھا ہوگا۔
مگر سوال یہ ہے کہ بھینس انڈہ دے کیوں؟
بھینس کے انڈے کی کیا ضرورت آپڑی؟ جبکہ انڈے دینے والی مرغیاں موجود ہیں۔
سوال برطرف، کچھ دیر ہم غور کرتے ہیں کہ اگر بھینس انڈہ دیتی تو وہ کیسا ہوتا؟ بھینس کا انڈہ بھی بھینس کے بچے جتنا ہوتا لہٰذا دوکاندار اس کو ایک بڑے کڑاہ میں ڈال کر پھینٹ دیتا اور تول تول کر ہر گاہک کو دیتا جاتا پھر گاہک انڈہ کچھ یوں مانگتے۔ "ایک کلو انڈہ دے دو"
"آدھا کلو انڈہ دے دو"
بچوں میں بڑے آملیٹ اور چھوٹے آملیٹ پہ لڑائی ہوتی۔ کیونکہ مرغی کے انڈوں کا سائز تو ایک جتنا ہوتا ہے مگر بھینس کے آملیٹ کا مسئلہ شاید مسئلہ کشمیر ہوتا یا مسئلہ فیثا غورث!
بس مسئلہ کشمیر ہی ہوتا کیونکہ ہم رائٹر ہیں۔ نہ کہ ریاضی دان۔ ڈیری فارمز کے باہر لکھا ہوتا "بھینسوں کے انڈے متوقع ہیں۔ پہلے آیے۔ پہلے پائے۔"
بھینس کا انڈہ بڑا ہونے کی وجہ سے گھروں میں ابالنا معمول نہ ہوتا۔ لہٰذا ہوٹلز کے باہر لکھا ہوتا "بھینس کے ابلے انڈے دستیاب ہیں۔"
بھینس کا انڈہ ٹوٹنے کا خطرہ بھی زیادہ ہوتا کیونکہ بھینس اگر اس پہ بیٹھ جاتی تو وہ اس کا وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک دھماکے سے ٹوٹ جاتا۔
لہٰذا بھینسوں کے انڈوں سے بچے نکالنے کے لیے گرم کمرے بنائے جاتے جن پہ خطیر بجلی خرچ ہوتی کیونکہ انڈے بھی تو آخر بھینس کے ہوتے۔
بھینس کے انڈے کو چھوٹے برتن میں ابالنا ممکن نہ ہوتا لہٰذا بڑا چولہا اور بڑا برتن استعمال ہوتا جہاں پانی اور چولہے کی گرمائش اتنی زیادہ ہوتی کہ باقی برتن دور ہٹا لیے جاتے۔ اور وہ ایک پتیلا تن تنہا ہی رہ جاتا۔ بھینس کے انڈے کا گھر میں مشترکہ باورچی خانے میں ابلنا مشکل ہوتا لہٰذا وہ الگ ابالا جاتا۔
یہی وجوہات ہیں کہ اللہ نے بھینس کو انڈہ دینے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اور انسانوں کو بھینس سے انڈہ لینے کی اجازت ہی نہیں دی۔ کیونکہ اللہ جانتے ہیں، یہ نری بھینس ہے جس کے آگے جتنا مرضی احتیاط کا بین بجالو، اس نے انڈہ توڑنا ہی ہے۔
اب ہمارے تخیل کے دوسرے رخ پہ آیئے۔ ہم سب جانتے ہیں، عرصہ دراز سے علمائے کرام کے متعلق ایک شور ہر سو گونج رہا ہے کہ یہ لوگ دنیا کے ساتھ نہیں چلتے۔

اب دنیا کے ساتھ چلنے کا سیدھا سیدھا مطلب تو فیشن کی دوڑ ہے اور دنیوی تقاضوں میں سے بہت سے غیر ضروری تقاضے ہیں جن کو دینی مدارس میں پورا نہیں کیا جاتا۔ بطور مثال مدارس میں جینز اور شارٹ شرٹ پہننے پہ پابندی ہوتی ہے۔

انہی تقاضوں میں سے ایک تقاضا حکومت نامی بھینس کے قدم سے قدم ملا کے چلنا ہے جو یہ لوگ چلتے نہیں۔ لہٰذا ان پہ الزام ہے کہ یہ لوگ دنیا کے ساتھ نہیں چلتے۔

علمائے کرام نے حکومت سے مدارس کے لیے مالی تعاون لینے سے ہمیشہ انکار فرمایا کیونکہ پھر دینی مدارس میں بہت سے وہ اصول بنانا پڑیں گے کہ فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے جن کی گنجائش نہ نکلتی ہو۔

ہم آپ کو پہلے تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ بھینس اگر انڈہ دے دے تو کیا کیا ہو سکتا ہے! کیا کہا؟ اس کا کٹا ہی لے لینا چاہیے؟

جی احساس کے کٹے تو صرف اسکول کالجز اور یونیورسٹیز کے لیے ہیں۔ دینی مدارس کو اگر ملیں گے تو احسان کے انڈے ہی ملیں گے تاکہ ان کو آسانی سے توڑا جا سکے۔ بس ذرا سا دباۓ ڈالا اور ٹھاہ۔

ان انڈوں پہ دباؤ کا خوف وہ خوف ہوگا جو دینی مدارس کے اندر دینی نظام کو بند کروا دے گا۔ مجبوراً پھر ڈھاک کے تین پات کی طرح علمائے کرام کو تزکیہ اور تصوف کے سینٹر دینی مدارس سے الگ ہی بنانا پڑیں گے کیونکہ اس کے لیے تقویٰ کی خطیر بجلی درکار ہوگی جو مدارس میں ناپید ہو چکی ہوگی۔ اور دینی مدارس میں یہ سسٹم کرنا بھی ہو تو بہت مشکل ہوگا۔ کہ پہلے اس کی بھی اجازت لینا پڑے گی۔

اور بھینس کے یہ انڈے مسئلہ کشمیر کی طرح کالج یونیورسٹیز اور مدارس کے درمیان متنازع ہو جائیں گے۔ بھینس کے یہ انڈے اگرچیک کی صورت میں مل بھی جائیں تو ان میں سے کیش کے بچے نکالنا بھی کون سا آسان ہوگا! جب تک کیش نکلتا ہے نکلوانے والے کا کوئی خاص بندہ رات کے ڈیڑھ بجے کیش کر لیا جاتا ہے۔

بھینس کے انڈے کا ابلنا بھی پانی گرم کیے بغیر نہیں ہوگا اور بڑا انڈہ ہونے کی وجہ سے پانی اور چولہا اتنا گرم ہوگا کہ اس کی گرمی سے باقی برتن دور ہٹا لیے جائیں گے۔ یوں وہ ایک مدرسہ او ہو سوری پتیلا تن تنہا ہی رہ جائے گا۔ بھینس کے انڈے کا مشترکہ کچن یعنی سب مدارس میں ابلنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا وہ ''الگ'' ہی ابالا جائے گا۔

ویسے بھی مدارس کو انڈے ہمارا مطلب ہے چندے دینے والی مرغیاں موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہو مدارس کو بھینس کے انڈے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ بھینس تو انڈہ دیتے ہی توڑ بھی دے گی اور ٹکر الگ مارے گی۔

الغرض علمائے کرام کا دنیا کے ساتھ چلنا بھینس کے انڈہ دینے کی طرح غلط ہے۔

امِ غزہ

اسماء شاکر عثمانی امریکہ

ابھی نیند صحیح سے آئی بھی نہیں تھی کہ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک دار اواز سے آنکھ کھل گئی بجلی کی چمک سے پورا کمرہ روشن ھو جاتا۔ ہمیشہ سے رات کی بارش مجھے خوف زدہ کر دیتی تھی اج یہ خوف مجھ پر پوری طرح حاوی ہو رہا تھا۔ دل ودماغ فلسطین غزہ کے حالات محسوس کر کے بے چین تھے انکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ ایک سال سے کس خوف کرب میں ھیں۔ میں اپنے گھر میں محفوظ رہ کر بارش کی گرج چمک سے خوف زدہ ہوں وہاں کے لوگ حالت جنگ میں کس طرح کیا کیا دیکھ رہے ہوں کیا کیا سن رہے ہوں گے کیا کیا برداشت کر رہے ہوں گے۔ اچانک بمباری کا شور زخمی لوگوں کی چیخیں کیسے دل خوف سے دھل جاتے ہوں گے۔ کیسے اور کب سوتے ہوں گے یا کب سے سوئے نہیں ہوں گے۔ مجھ جیسی کتنی بے بس خواتین غم محسوس کر کے رو ھی سکتی ھیں دعائیں کر سکتیں ہیں۔

اے مالک دو جہاں تو نے اپنے بندوں کی آزمائش کی مگر امداد بھی تو نے ھی بھیجی، حضرت ابراہیم سے بیٹے کی قربانی مانگی مگر بیٹے کی قربانی لی نہیں، اج فلسطین کا مسلمان روز اپنے بچوں کی قربانی دے رہے ہیں۔ روز اپنے بچوں کو قربان ہوتا دیکھ رہے ہیں، یااللہ اج کربلا کے دن والی قربانیاں دے رھے ھیں ایک دن نہیں ایک مہینہ نہیں ایک سال سے اپنا سب کچھ قربان کر کے تجھ سے امید لگائے ہیں اقصی کی آزادی کی امید۔ بھوکے ہیں من و سلوی اتار، پیاسے ہیں زم زم نکال۔ یااللہ بے سر و ساماں لوگ اسلام کی خاطر اور مسلمان ھونے کی وجہ سے ستائے جا رھے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے مکر و فریب کی چالوں کو ان پر الٹ دے۔ ان میں اختلاف پیدا کر کے منتشر کر دے انکی قوت کو پارہ پارہ کر دے۔

اے بیت المقدس اے انبیاء کی سر زمین ہم بھی تجھ سے بہت محبت کرتے ہیں تجھے ایک نظر دیکھنے کی تمنا لئے جی رہے ہیں۔ وہاں رھنے والے مکین تیری محبت میں اس زمین سے نہ نکلنے کی ارزو میں وہاں رہنے کی بہت بھاری قیمت چکا رہے اس پر فتن دور میں انبیاء اور صحابہ والی قربانیوں کو قبول فرما رحم فرما دے قدس کو آزادی نصیب فرما دے اور باقی دنیا کے بے ضمیر غافل اپنی عیاشیوں میں مست مسلمانوں کو ہدایت دے ہدایت دے ورنہ اخرت میں کیا منہ دیکھائیں گے ان شہیدوں کو جو تیرے نام پر جانیں قربان کر کے سر خرو ہو چکے۔۔۔۔

بھروسہ

عذرا خالد، کراچی

بھروسہ کی اہمیت:

بھروسہ ہمارے روزمرہ کے تعلقات میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بھروسہ لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے اور ان کے درمیان اعتماد پیدا کرتا ہے۔ بھروسہ کے بغیر، کوئی بھی تعلق مضبوط اور پائیدار نہیں ہوسکتا۔

بھروسہ ایک یقین ہے جو کسی شخص یا چیز کے بارے میں ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے گا اور ہماری توقعات پر پورا اترے گا۔

بھروسہ احساس ہے جو ہمیں دوسروں پر انحصار کرنے اور ان کے ساتھ گہرا تعلق بنانے کی اجازت دیتا ہے۔

بھروسہ افراد کے درمیان ایک مضبوط بندھن بناتا ہے۔ یہ دوستوں اور خاندان میں اعتماد اور قربت پیدا کرتا ہے۔

بھروسہ کسی بھی کاروبار کی کامیابی کا ایک اہم عنصر ہے۔ یہ گاہکوں اور کارکنوں کے درمیان اعتماد پیدا کرتا ہے اور طویل مدتی تعلقات کو فروغ دیتا ہے۔ بھروسہ راتوں رات نہیں بنتا۔ اسے قائم کرنے کے لیے وقت اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

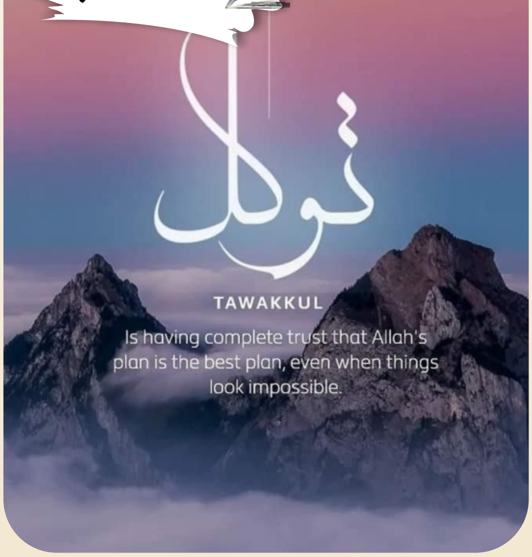

قابل بھروسہ شخصیت بننے کے اہم نکات:

اپنی باتوں پر عمل کرنا اور دوسروں کے ساتھ ایماندار رہنا۔

جو وعدے کیے جائیں انہیں پورا کرنا تاکہ دوسرے لوگ آپ پر اعتماد کریں۔

جب کوئی غلطی ہوجائے تو اسے تسلیم کرنا اور معافی مانگنا۔

دوسروں کی مدد کرنا اور ان کی حمایت کرنا۔ دوسروں کو وقت دینا اور ان کی بات سننا۔ بھروسہ بہت نازک چیز ہے اور آسانی سے کھویا جاسکتا ہے۔

بھروسہ کھونے کی وجوہات:

بھروسے کو ختم کرنے والا سب سے بڑا عنصر جھوٹ ہے۔ جھوٹ بھروسے کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

وعدے پورے نہ کرنا، دوسروں کو مایوس کرنا، بھروسے کو کمزور کرتا ہے۔ دھوکہ دینا بھروسے کو مکمل طور پر تباہ کرسکتا ہے۔ بے وفائی سے تعلقات میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور بھروسہ کمزور ہوتا ہے۔

بھروسہ زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ ہمارے تعلقات کو مضبوط بناتا ہے اور ہمیں خوش اور پرامن زندگی

بقیہ صفحہ ۱۸ پر

نئی دلہن

نیّر تاباں

ایک لڑکی ہے، اس کی شادی کو ابھی چند ماہ ہوئے ہیں اور وہ پانچ ماہ کی پریگننٹ بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے: میرا دل سسرال میں نہیں لگتا، نہ ساس سسر سے نہ وہاں کسی سے بات کرنے کا دل چاہتا ہے اور نہ ہی وہاں کوئی کام کرنے کا اور اب تو میں پریگننٹ بھی ہوں اسی لیے میں زیادہ تر اپنی امی کے گھر ہی رہتی ہوں سوالات یہ ہیں کہ:

1۔ میرا دل وہاں کیسے لگے گا؟

2۔ میں وہاں ساس سسر اور گھر کے کام کیوں کروں؟

3۔ میرا شوہر جاب کرتا ہے اسے اس کی محنت کی کمائی مل جاتی ہے میں وہاں کام کروں تو مجھے کیا ملتا ہے تین چار ہزار سے زیادہ کچھ نہیں؟

4۔ میں ماں بن رہی ہوں سب سہہ رہی ہوں میری باڈی شیپ خراب ہو گئی ہے، باہر آ جا نہیں سکتی، چلنے پھرنے میں تکلیف ز میرا شوہر بھی تو باپ بن رہا ہے اسے ان میں سے کچھ بھی سہنا نہیں پڑ رہا ایسا کیوں؟

5۔ مرد اور عورت میں ہر لحاظ سے مرد کو برتری کیوں دی گئی ہے؟

میرا جواب کچھ یوں ہے۔

۱۔ آپ کا دل سسرال میں تب لگے گا جب آپ ان کے ساتھ وقت گزاریں گی۔ ان کے پاس بیٹھ کر گپ شپ کریں گی۔ ساس سسر کی جوانی کے قصے سنیں گی۔ زندگی میں یہاں تک پہنچنے تک ان کی اٹھائی گئی مشکلات کو محسوس کریں گی۔ ان کے گھر/چیزوں/عادات کی تعریف کریں گی اور خود بھی کچھ اچھا کرنے کی کوشش کریں گی ان کے لئے تاکہ بیچ کے فاصلے کم ہوں۔

۲۔ آپ گھر کے کام بیشک نہ کریں۔ کام والی لگوا لیں اگر افورڈ کر سکتی ہیں۔ ورنہ آپ اگر سسرالی گھر کو اپنا گھر سمجھیں گی تو ظاہر ہے وہاں کا کام آپ کا اپنا کام ہے، کرنا تو ہے۔ آپ نہیں تو بوڑھے ساس سسر کریں گے؟ یہ تو غلط ہے نا۔

۳۔ ہر چیز پیسوں میں نہیں ناپی تولی جاتی۔ آپ کو جو پاکٹ منی ملتی ہے تین چار ہزار وہ الگ چیز ئے۔ ہاں جو محبت، اپنائیت یا اپنے کام خود کرنے اور دوسرے کی مدد کرنے کا سکھ سکون ہے وہ پیسے سے اوپر کی کوئی چیز ئے۔ پاکٹ منی بھی شوہر کی تنخواہ کے حساب سے اگر کم لگتی ہے تو بڑھانے پر اصرار کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ خود کو مظلوم سمجھنا چھوڑنا ہو گا۔ پریگنینٹ ہیں، بیمار تو نہیں ہیں۔ خود کو مصروف کریں تاکہ ہمہ وقت منفی خیالات کی یلغار سے محفوظ رہ سکیں۔ ابھی پانچواں مہینہ ہے، اگلے مہینوں میں ہارٹ برن، سوجن وغیرہ مزید

بڑھے گی۔ پھر ڈیلیوری۔ پھر جگ راتے۔ یہ سب اللہ کی مدد مانگتے ہوئے پار لگانا ہے۔ مجھے احساس ہے پریگننسی آسان نہیں، یہ بھی ادراک ہے کہ انسان بہت ٹچی اور حساس اور منفی ہو رہا ہوتا ہے لیکن خود کو مثبت لوگوں میں رکھیے، اچھا لٹریچر پڑھیے، اچھے لیکچرز سنیے، افاقہ ہو گا۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تو ڈاکٹر سے مشورہ کیجیے۔ پری نیٹل ڈیپریشن نہ ہو کہیں۔

اب آئیں سوال کی طرف۔ آپ جسمانی تکلیف سہہ رہی ہیں بجا۔ لیکن ہسپتال اور دوائیوں کے اخراجات۔ پھر ڈیلیوری کے۔ پھر بچے کے پیمپرز اور جہان بھر کی چیزیں ہی جتنے کی آتی ہیں، ایک ایک کھلونا اتنا مہنگا ہے۔ یہ سب اس کا باپ گرم سرد کی تکلیف اٹھا کر تب سرانجام دے گا، جس وقت آپ گھر پر ہوا کریں گی۔ بچہ پالنا آسان نہیں، باپ اور ماں دونوں کے لئے ہی۔ دونوں ہی تھکتے ہیں۔ اب پھر سے پہلا جملہ دہرائیں۔ ''خود کو مظلوم سمجھنا چھوڑنا ہو گا۔''

۵۔ مرد کو ہر لحاظ سے برتری نہیں ہے۔ اعمال جو جیسے کرے گا ویسے ہی اللہ کے پاس جوابدہ ہو گا۔ آپ خود کو کم تر نہ سمجھیے۔ وہ آیت یاد رکھیے جو مریم علیہ السلام کی پیدائش پر تسلی کی خاطر اللہ تعالی نے سورۃ آل عمران میں نازل فرمائی: ولیس الذکر کالانثی اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا۔ تو اپنے privilege انجوائے کریں۔ اللہ نے ہر فیلڈ میں سپیشلائزیشن کی مناسبت سے رتبہ رکھا ہے۔ ہلکان ہونے کے بجائے اس پر فوکس کریں کہ حدیث کے مطابق تین دفعہ ماں کی خدمت کرنے کا کہا گیا بمقابلہ ایک بار باپ کے۔

Happy pregnancy!

اللہ عافیت سے یہ وقت گزار دیں۔ سورۃ لقمان کی آیت ۱۴ میں وھنا علی وھن سے پریگننسی، ڈیلیوری اور نرسنگ کی تکالیف کا ذکر اللہ نے فرمایا ہے۔ جو تکلیف آپ اٹھا رہی ہیں، نیک صالح اولاد کی شکل میں بہترین نعم البدل سے نوازیں۔ صبح وشام کے اذکار کے حصار میں رکھیے خود کو۔ وسوسوں سے بچنے کی دعائیں مانگتی رہیے۔ بہت آسانیاں ہوں۔ آمین

بقیہ صفحہ ۱۶ کا

گزارنے میں مدد کرتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہم پر اعتماد کریں تو ہمیں خود کو بھی قابلِ اعتماد بنانا ہو گا۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے: ''اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو''۔ (المائدہ، ۲۳) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سات (۷) مرتبہ فرمایا: ''اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے''۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی قدر و قیمت یہ ہے کہ یہ صفت بندے کو جرأت مند بنا دیتی ہے، اور وہ بڑے سے بڑے جبار کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ قرآنِ کریم نے ''توکل علی اللہ'' کو ایک مستقل عنوان عطا کیا ہے۔

مومن یہ سمجھتا ہے کہ اس کائنات میں کوئی شخص اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا، اور یہاں اللہ کے اذن کے بغیر ایک پتہ

بھی نہیں حرکت کر سکتا، لہذا وہ اللہ پر توکل کرتا ہے۔ یہی اس کا یقین بھی ہے اور بھروسہ بھی! وہ نہ کسی اور سے امید رکھتا ہے نہ کسی کے خوف کا شکار ہوتا ہے۔ مشکلات اس کے راستے میں آجائیں تو بڑی پامردی سے ان کا مقابلہ کرتا ہے ، نہ اس کا سر کسی کے آگے جھکتا ہے نہ وہ اکڑ کر چلتا ہے، وہ ایک مطمئن نفس کی سی زندگی گزارتا ہے، نہ خوشحالی اس کے انداز کو تبدیل کرتی ہے نہ بدحالی۔

مشکل حالات اور دُرود شریف

ایک مرتبہ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:

جب تم کسی مشکل اور پریشانی میں ہو تو اس وقت درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔

پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے ذوق میں ایک بات آتی ہے وہ یہ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا امتی جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود شریف حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں فرشتے پہنچاتے ہیں، اور جا کر عرض کرتے ہیں کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ کی خدمت میں درود شریف کا یہ ہدیہ بھیجا ہے۔

اور دوسری طرف زندگی میں حضور اقدس اسلام کی سنت تھی کہ جب کبھی کوئی شخص آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو آپ اس کی مکافات ضرور فرماتے تھے، یعنی اس کے بدلے میں اس کے ساتھ کوئی نیکی ضرور فرماتے تھے۔

ان دونوں باتوں کے ملانے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب تم حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں درود شریف بھیجوگے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اس کا بدلہ نہ دیں، بلکہ ضرور بدلہ دیں گے اور وہ بدلہ یہ ہوگا کہ آپ اس امتی کے حق میں دعا کریں گے کہ اے اللہ! یہ میرا امتی، جو مجھ پر درود بھیج رہا ہے، وہ فلاں مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہے، اے اللہ! اس کی مشکل دور فرما دیجیے، تو اس دعا کی برکت سے ان شاء اللہ، اللہ تعالی تمہیں اس مشکل سے نجات عطا فرمائیں گے، اس لیے جب کبھی کوئی پریشانی آئے تو اس وقت حضور اقدس ﷺ پر درود شریف کی کثرت کریں۔

(اصلاحی خطبات، ج:10، ص:179)

مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

سچی محبت

ام محمد عبداللہ

"سلمان! آج شام سہیل کے گھر میں پارٹی ہے اور وہاں آخر میں میوزک شو بھی ہو گا۔ نئے نئے گانوں پر رقص کریں گے خوب ہلہ گلہ ہو گا، تم بھی آ رہے ہو ناں؟"

سلمان کے ہم جماعت نبیل نے اسے دعوت دی۔

"نہیں بھئی مجھے گانوں، رقص اور موسیقی سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

موسیقی سننے سے میرے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے منع فرمایا ہے اس لیے موسیقی سننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہ گیا رقص تو جناب یہ جسم اور یہ ہاتھ پاؤں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ سب اعضاء اللہ پاک کی عطا کردہ نعمتیں ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کے حکم ماننے کے لیے حرکت میں لانا ہے، ناں کہ بے ہنگم موسیقی پر اچھل کود کر کے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے۔

میرے پیارے دوست! میرے ابا جان بتاتے ہیں کہ کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں سب کے بارے میں سوال ہو گا؟ ہمارے اعضاء اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور بولیں گے اور بتائیں گے کہ اس بندے نے ہمیں کن کاموں میں استعمال کیا، لہٰذا ہمیں ان کے بارے میں بہت محتاط رہنا ہے۔"

"لیکن سلمان دوست تفریح بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور ہمارے سکول میں ہر سال سالانہ تقریبات پر ترانے اور ڈرامے موسیقی کے ساتھ ہی تو ہوتے ہیں۔"

نبیل اپنے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے بہت محبت کرتا تھا، اور یہ اس کے لئے ناممکن تھا کہ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کا کوئی حکم سن لے تو اسے ماننے سے پیچھے رہ جائے لیکن اسے حالات کی مناسبت سے موسیقی کے حرام ہونے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی اس لیے اس نے بات کو سمجھنے کے لیے یہ سوال کیا۔

اس پر سلیمان نے نبیل کو مزید محبت سے سمجھایا

"دیکھو دوست! موسیقی شیطان کی آواز ہے اور جب شیطان کانوں کے ذریعے ہمارے دل اور دماغ میں گھس جاتا ہے تو وہ ہمارے پورے جسم پر قابو پا لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ سب سے پہلے ہمیں بے حیائی پر اکساتا ہے۔ ایسی محفلیں حیا کے بھی خلاف ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ حیا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کا یہ فرمان بھی تو ہے۔ الحیاء من الایمان حیا ایمان سے ہے۔ بس ہمیں پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنی حیا کی حفاظت کرنی ہے۔ اپنے ایمان کو مضبوط بنانا ہے۔ صحابی رسول حضرت عثمان کی طرح باحیا بننا ہے۔

سلمان کی اپنے رسول اکرم ﷺ سے محبت دیکھ کر نبیل نے بھی دل ہی دل میں موسیقی چھوڑنے اور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان پر ساری زندگی عمل کرنے کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے عزم کیا۔

بیٹوں کی کامیاب زندگی کے رہنما اصول

مفتی عبدالرحمن

بیٹوں کی تربیت ایک مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے۔ اکثر والدین اولاد کی سرکشی کی وجہ سے شدید دکھ اور تکلیف میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں ابن القیم الجوزي رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بے شک گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کفارہ انسان کو اولاد کی طرف سے ملنے والے غم کے سوا کچھ نہیں ہوتا! تو خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنے بیٹوں کی تربیت کا اہتمام اس طریقے پر کرتا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالی کی پسند اور رضا کا ہے. اور خوشخبری ہے اس کے لیے جس کے لیے اولاد کی تربیت میں تکلیف اٹھانا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ لہذا اگر تم اپنے بیٹوں میں کوئی ایسی بات دیکھو جو تمہیں ان کی تربیت کے معاملہ میں تھکا دیتی ہو تو اپنے رب سے اپنے گناہوں بخشش طلب کرو۔"

مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ، منصور عباسی خلیفہ کے پاس آئے. جس دن ان کی خلافت پر بیعت کی گئی تو منصور نے ان سے کہا:

"اے مقاتل! مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔"

تو مقاتل کہنے لگے:

"کیا میں تمہیں (اس میں سے) نصیحت کروں جو میں نے دیکھا یا (اس میں سے) جو میں نے سنا؟"

تو منصور نے کہا:

"اس میں سے جو آپ نے دیکھا ہے۔"

تو مقاتل نے کہا: "سنو اے امیر المومنین! عمر بن عبد العزیز کے گیارہ بیٹے تھے اور وہ صرف اٹھارہ دینار چھوڑ کر فوت ہوئے جن میں سے پانچ دینار کا وہ کفن دیے گئے اور چار دینار سے ان کے لیے قبر خریدی گئی اور باقی دینار ان کے بیٹوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ اور ھشام بن عبد الملک کے ہاں بھی گیارہ لڑکے تھے جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے ترکہ میں ہر لڑکے کے حصے میں دس لاکھ دینار چھوڑے۔ اللہ کی قسم! اے امیر المومنین میں نے ایک ہی دن عمر بن عبد العزیز کے ایک بیٹے کو دیکھا وہ اللہ کی راہ میں سو گھوڑے صدقہ کر رہا تھا اور ھشام کے بیٹے کو دیکھا وہ بازاروں میں بھیک مانگ رہا تھا"

جب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بستر مرگ پر تھے تو لوگوں نے ان سے پوچھا:

"اے عمر! تم اپنے بیٹوں کے لیے کیا چھوڑے جا رہے ہو؟

انہوں نے فرمایا:

"میں نے ان کے لیے اللہ سبحانہ و تعالی کا تقوی چھوڑا ہے۔ پس اگر وہ نیکوکار ہوئے تو اللہ سبحانہ و تعالی نیکوکاروں کا دوست ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہوئے تو میں ان کے لیے وہ مال ہر گز نہ چھوڑوں گا جو وہ اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کا مددگار بنے۔"

یہ بہت قابل غور بات ہے کہ عموماً لوگ مال جمع کرنے کے لیے سخت محنت اور مشقت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر کوششیں کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی موت کے بعد ان کی اولاد کے پاس مال ہوگا تو ہی وہ خوشحال رہیں گے اور امن میں ہوں گے۔ جبکہ وہ اس سے زیادہ بڑے امان، جو کہ اللہ کا تقوی ہے، اس سے غافل رہتے ہیں اور اپنی اولاد کو تقوی کا توشہ نہیں دیتے۔

ایک آدمی جب اپنے کسی بیٹے میں اخلاقی زوال دیکھتا تو صدقہ کرتا اور لوگوں کو کھانا کھلاتا اور اس آیت کی تلاوت کرتا تھا: "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا." "ان سے ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر ان کو پاک کیجئے اور اس سے ان کا تزکیہ کیجئے۔"

اور دعا کرتا کہ "اے اللہ! میرا یہ صدقہ کرنا اس لیے ہے کہ میرے بیٹے کا اخلاقی تزکیہ ہو جائے کیونکہ اس کا یہ بگاڑ مجھ پر اس کی جسمانی بیماری سے زیادہ بھاری ہے۔"

اسی طرح ایک اور شخص کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ غربت کی زندگی گزارنے کی وجہ سے جب وہ صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ پاتا اور اس کا بیٹا اس کو ستاتا تو وہ رات کو قیام اللیل میں سورۃ البقرۃ پڑھ کر دعا کرتا اور یوں کہتا کہ:

"اے اللہ! یہ میرا صدقہ ہے، تو مجھ سے قبول کر لے اور اس کی وجہ سے میرے بیٹے کی اصلاح فرما دے۔"

اپنے بیٹوں کی اصلاح کی نیت سے اللہ سبحانہ و تعالی کی طرف عبادت کے ذریعے رجوع کریں۔ اگر انہوں نے تمہاری کوششوں کو مغلوب کر بھی لیا تو وہ تمہاری نیتوں کو ہر گز مغلوب کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

"رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا."

"اے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا۔" آمین

اپنا یہ معمول بنا لیں کہ ہر فرض نماز کی آخری رکعت میں درود اور دعا کے ساتھ اس دعا کا بھی اضافہ کر لیں۔ ان شاء اللہ انتہائی مجرب پائیں گی۔ اللہ تعالی ہمارے بچوں کو صحیح معنوں میں امت کا سرمایہ اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین

خوبصورت قید

بنت احمد کراچی

پیپرز ختم ہوتے ہی حنا اور اس کے گروپ نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ سب ایگزام سے فارغ ہو کر کالج کے لان میں بے فکری سے بیٹھی تھیں۔ اب کوئی پروگرام بناتے ہیں کہیں چلتے ہیں گھومنے کی شوقین ردا نے سب کی طرف دیکھا! اور اپنی رائے دی۔بس پھر سب کے مختلف مشورے آنا شروع ہو گئے۔سب اپنی قیمتی رائے دینے لگے۔

تم لوگ میرے گھر آ جاؤ اس ہفتہ ثوبیہ نے اپنی دوستوں کو مخاطب کیا! پورا دن ساتھ گزاریں گے کھائیں گے پئیں گے مزے کریں گے ثوبیہ نے سب کی طرف دیکھا!! ابھی سب سوچ ہی رہے تھے کہ "عمیرہ" ایک دم بول اٹھی. نہیں ، بھی نہیں۔ تمھارے گھر تو کم از کم بلکل نہیں آ سکتے۔ کیوں بھئی میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟! عمیرہ نے تائید طلب نظروں سے سب کو دیکھا! سب حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

ثوبیہ تو ایک صدمہ کی کیفیت میں آ گئی اور شکوہ بھری نظروں سے عمیرہ کو دیکھ کر بولی!! کیوں تم نے ایسا کیوں کہا!؟ باقی سب بھی سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگیں کہ وہ کیا کہتی ہے۔

تمھارے گھر کا ماحول بہت "دقیانوسی" ہے ایسا لگتا ہے کہ ھم کسی پنجرے میں بند ہوں گئے ہوں میرا تو دم گھٹنے لگتا ہے کہ زور سے ہنسو نہیں بھائی گھر میں ہیں آواز مردوں تک نہیں جانی چاہیے۔ پھر ہر بار تمھاری امی کی نصیحت کہ بیٹا لڑکیوں کو اس طرح بغیر پردہ کے نہیں نکلنا چاہیے۔ بھی ہم آزاد ہیں پنجرے میں بند پرندے تو نہیں میں تو اپنے پیروں میں یہ پردے کی بیڑیاں نہیں ڈال سکتی عمیرہ نے بڑی نخوت سے کہا!!۔ اور ویسے بھی ہماری آنکھوں میں شرم ہونی چاہیے، دل صاف ہونا چاہئے یہ کیا خود کو "شامیانے" میں پیک کر لو۔ یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا۔

ثوبیہ نے بڑے تحمل سے اسکی بات سنی، اور بڑے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں بولی!! جسے تم آزادی کہہ رہی ہو اصل میں وہ "قید" ہے سب نے حیرت سے ثوبیہ کو

دیکھا!! کیا مطلب؟ ردا نے سوال کیا؟ مطلب یہ کہ پردہ کا حکم آنے کے بعد جو "مسلمان" عورتیں پردہ کر کے نکلتیں وہ "آزاد کہلاتیں اور بے پردہ۔ نکلنے والی عورت کسی کی 'کنیز" ہوتی پردہ کی یہ "بیڑیاں" ھمیں منظور ہیں بجائے بے پردگی کی غلامی سے۔ ہمیں یہ خوبصورت قید گوارا ہے۔ اور دوسری بات تو تم نے بہت سخت کہہ دی اگر اس پر توبہ نہیں کی تو ایمان جانے کا خطرہ ہے۔ کونسی بات حنا نے سوال کیا!؟ یہ کہ آنکھ میں شرم ہونی چاہئے، دل صاف ہونا چاہیے ذرا اس جملہ کی گہرائی میں جائیں یہ ازواج مطہرات کی طرف تہمت جا رہی ہے نعوذ باللہ۔ کہ انہوں نے تو پردہ کیا ان کی آنکھوں سے بڑھ کر کس کی آنکھوں میں شرم وحیا ہو گی ۔اور ان کے دلوں سے صاف وشفاف دل کس کے ہوں گے۔ ہمیں تو بس بولنے سے مطلب ہے چاہے ایمان ہی نہ رہے۔ ثوبیہ ایک جذب کے عالم میں بولتی چلی گئی۔

سب ایکدم سناٹے میں آگئیں اور عمیرہ تو گھبرا کر وضاحت دینے لگی کہ میرا یہ مقصد نہیں تھا اور شرمندہ ہو کر معزرت کرنے لگی۔ باقی سب بھی بلکل خاموش تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ ہم۔ نے دین کو بلکل نہیں سمجھا بس جو منہ میں آتا ہے بول دیتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ بات کہاں تک جاری ہے اور ایمان بھی ختم۔ ہو سکتا ہے سب نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور ثوبیہ سے بھی معذرت کی کہ اسکا دل دکھا تھا ثوبیہ نے سر ہلایا اور بغیر کچھ کہے گھر جانے کے لئے اٹھ گئ۔۔۔ سب کو گہرے سمندروں کی سوچ میں گم چھوڑ کر اب مزید کچھ اور کہنا بیکار تھا

گلہائے عقیدت بخدمت خاتمُ النبیاء سرورِ کونین
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خاتمُ النبیاء شاہ ہر دو سرا
تم پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام
رفعتوں عظمتوں رحمتوں کے نشاں
تم پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام
تم سا کوئی بشر جگ میں ہو نہ سکا
تم پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام
مدحتِ مصطفیٰؐ میں رہے یہ زباں
تم پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام
بحر و بر میں نہیں کوئی تجھ سا نہاں
تم پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام

چہرے پر نور کیسے آتا ہے؟

وہ یہ کرنے کے کام ہیں جن کے کرنے سے چہرے پر نور آتا ہے۔۔۔۔

خالی پیٹ رہنے سے

کم بولنے سے

کم کھانے سے

کم سونے سے

گناہوں پر ندامت کر کے رونے سے

گناہ اگر ہو جا بار بار اللہ کے سامنے خود کو شرمندہ کرنے سے

ازمائش آنے کے باوجود دین پر پکا رہنے سے

مکمل دیندار ہونے سے

لمبے سجدے کرنے سے

امیدوں کو مختصر کرنے سے

اور ہر وقت باوضو رہنے سے

پانچ وقت نماز پڑھنے سے

تہجد پڑھنے سے

نیک لوگوں کی صحبت میں رہنے سے

دوسروں کے لے خیر کا ذریعہ بننے سے

کسی غریب کی مدد کرنے سے

کسی کی دل ازاری نہ کرنے سے

ذکر اللہ کی کثرت کرنے سے

جو شخص بیمار ہو اور اپنی بیماری پر صبر کرے

یتیموں پر شفقت کرنے سے

ہمیشہ سچ بولنے سے

بیواؤں کا سہارا بننے سے

رزق حلال کھانے سے۔۔۔۔۔

بنت جمیل

سموگ

سموگ کا آغاز لندن سے ہوا تھا۔ لوگ 5 دسمبر 1952ء کی صبح اٹھے تو شہر گہرے سیاہ دھوئیں میں ڈوب چکا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دے رہا تھا' حد نظر صفر ہو چکی تھی۔ گاڑیاں گاڑیوں کو نظر نہیں آرہی تھیں۔ ٹرین ڈرائیور پٹڑی نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ پائلٹس کو رن وے نظر نہیں آرہا تھا اور بچے والدین اور میاں بیوی ایک دوسرے کو دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ پورا شہر دھند میں گم تھا' شام کے وقت پتہ چلا یہ دھند دھند نہیں یہ عذاب ہے۔ یہ گاڑھا سیاہ دھواں ہے۔ یہ دھواں اگلے دن چار ہزار لوگوں کی جان لے گیا لوگ کھانس کھانس کر دم توڑنے لگے۔ لندن کی سماجی زندگی رک گئی۔ ٹریفک بند ہو گئی۔ ٹرینیں معطل ہو گئیں۔ فلائیٹس منسوخ ہو گئیں، دفتروں اور سکولوں میں چھٹی ہو گئی، شاپنگ سنٹرز بند ہو گئے اور لوگوں نے گھروں سے باہر نکلنا ترک کر دیا، شہر میں سناٹا تھا یہ سناٹا ایمبولینسز کی آوازوں سے پنکچر ہوتا تھا، قبرستان بھر چکے تھے اور ہسپتالوں میں مردے اور بیمار دونوں ایک بیڈ پر پڑے تھے یہ عذاب پانچ دن جاری رہا۔

نو دسمبر کی رات بارش شروع ہوئی اور فضا آہستہ آہستہ دھل گئی لیکن اموات کا سلسلہ جاری رہا' دسمبر کے آخر تک لندن کے بارہ ہزار لوگ انتقال کر چکے تھے جبکہ ڈیڑھ لاکھ لوگ دمے۔ آشوب چشم ٹی بی اور نروس بریک ڈان کا شکار تھے۔ ماحولیات کے ماہرین نے تحقیقات شروع کر دی۔ پتہ چلا 5 سے 9 دسمبر کے دوران لندن کی فضا میں روزانہ ہزار ٹن سموک پارٹیکلز پیدا ہوتے رہے۔ ان میں 140 ٹن ہائیڈرو کلورک ایسڈ' 14 ٹن فلورین کمپاونڈ اور 370 ٹن سلفر ڈائی آکسائیڈ شامل ہوتی تھی' یہ تمام مادے صحت کے لئے انتہائی مضر تھے۔

ماہرین نے سوچنا شروع کیا ”یہ تمام پارٹیکلز آئے کہاں سے تھے“ پتہ چلا یہ ساڑھے سات سو سال کی غلطیوں کا دھواں ہے یہ سلسلہ 1200ء میں شروع ہوا تھا۔ ساڑھے سات سو برسوں میں لندن کی آبادی میں دس گناہ اضافہ ہو گیا۔ جنگل کٹ گئے ندیاں اور جھیلیں ختم ہو گئیں گاؤں دیہات شہر میں آ گئے، کھیت کھلیانوں کی جگہ ہاؤسنگ سوسائٹیاں بن گئیں، صنعتی انقلاب آیا' شہر میں ہزاروں فیکٹریاں لگ گئیں، بجلی ایجاد ہوئی۔ کوئلے سے چلنے والے پاور پلانٹ لگ گئے۔ ٹرین

سروس شروع ہوئی۔

ماہرین نے اس دھند کو سموک اور فاگ دو لفظ ملا کر ''سموگ'' کا نام دے دیا اور لندن کے اس ''سانحے کو گریٹ سموگ آف لندن'' قرار دے دیا۔ ماحولیات کے ماہرین نے سموگ کی تشخیص کر لی۔

اب علاج کی باری تھی علاج کی ذمہ داری کنزرویٹو پارٹی کے ایم پی سر گیرالڈ ڈیوڈ نے لی۔ یہ شریف خاندان کی طرح بزنس مین اور کارخانے دار تھے۔ یہ 1950ء میں سیاست میں آئے۔ یہ گریٹ سموگ آف لندن کے دنوں میں ہاؤس آف کامنز کے تازہ تازہ رکن بنے تھے۔ یہ اٹھے اور لندن کی فضا کو صاف کرنے کا پلان بنانا شروع کر دیا۔ یہ ماہرین کے ساتھ مل کر چار سال منصوبہ بندی کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے 1956ء میں ''کلین ایئر ایکٹ'' بنالیا' یہ ایکٹ ہاؤس آف کامنز میں پیش ہوا اور ایوان نے 5 جولائی 1956ء کو اس کی منظوری دے دی یہ ایکٹ چھ بنیادی اصلاحات پر مشتمل تھا۔ حکومت نے شہر کے اندر کوئلے کے استعمال پر پابندی لگا دی' عوام کو ''فائر پلیس'' کے لئے متبادل ذرائع فراہم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

حکومت نے ایک سال میں یہ ذرائع فراہم کر دیئے' ماڈرن ہیٹنگ سسٹم اسی ایکٹ کی پیداوار تھا۔ سردیوں میں بجلی بھی سستی کرنے کا فیصلہ کیا گیا تا کہ لوگ بجلی کے ذریعے گھر گرم کر لیں۔ حکومت نے شہر کے اندر فیکٹریاں بند کر دیں' مالکان کو شہر سے دور مفت جگہ بھی فراہم کی گئی۔ ٹیکس میں گنجائش بھی اور فیکٹریاں شفٹ کرنے کے لئے قرضے بھی دیئے گئے۔ بجلی کے تمام پلانٹس دو برسوں میں لندن سے دور جنگلوں میں منتقل کر دیئے گئے۔ لندن اور لندن کے اطراف میں درخت کاٹنا' زرعی زمینوں کے سٹیٹس میں تبدیلی اور گرین ایریاز کے خاتمے پر پابندی لگا دی گئی۔ ملکہ تک کو درخت کاٹنے سے قبل تحریری اجازت کا پابند بنا دیا گیا اور پبلک ٹرانسپورٹ میں اضافے' پرائیویٹ گاڑیوں کی حوصلہ شکنی اور پٹرول کے معیار کو بلند کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہاؤس آف کامنز نے ان اصلاحات کی منظوری دی۔ حکومت نے کام شروع کیا اور ایکٹ کی منظوری کے صرف چار سال بعد 1960ء میں لندن کی فضا مکمل طور پر ''سموگ فری'' ہو گئی' یہ ایکٹ اس قدر مکمل اور سخت تھا کہ سر گیرالڈ ڈیوڈ کو خود اس کا نقصان اٹھانا پڑا ان کی اپنی فیکٹریاں بھی لندن سے باہر منتقل ہوئیں۔

ہم اب گریٹ سموگ آف لندن سے گریٹ سموگ آف لاہور کی طرف آتے ہیں' پنجاب پچھلے تین برسوں سے شدید سموگ کا شکار چلا آ رہا ہے' نومبر کے مہینے میں لاہور' بہاولنگر' پاکپتن' فیصل آباد اور ٹوبہ ٹیک سنگھ زہریلی دھند میں گم ہو جاتے ہیں' پنجاب اس بار بھی سموگ میں دفن ہے' ہماری فضا میں اگر 80 مائیکرو گرام زہریلے مادے ہوں تو ہمارے پھیپھڑے انہیں برداشت کر جاتے ہیں لیکن لاہور اور اس کے مضافات میں اس وقت آلودگی کی شرح 200 مائیکرو گرام کیوبک میٹر ہے' ہم اگر فضا کا ٹیسٹ کریں تو ہمیں اس میں کاربن مانو آکسائیڈ' سلفر اور نائیٹروجن کی بھاری مقدار ملے گی' یہ تمام مادے زہر ہیں' لاہور کی فضا میں تین سو سے چار سو

فٹ تک آکسیجن کی شدید کمی بھی ہے' یہ فضا کتنی مضر صحت ہے آپ اس کا اندازہ سگریٹ سے لگا لیجئے' ہم اگر روزانہ 50 سگریٹ پئیں تو ہمارے پھیپھڑوں کو اتنا نقصان ہو گا جتنا لاہور کی فضا میں ایک دن سانس لینے سے ہو رہا ہے۔

یہ سموگ کہاں سے آ رہی ہے؟ یہ سوال بہت اہم ہے۔اس کے چار بڑے سورس ہیں۔

پہلا: سورس بھارتی پنجاب کا شہر ہریانہ ہے۔ہریانہ میں دس سال میں چاول کی فصل میں آٹھ گنا اضافہ ہوا۔ہریانہ کے کسان اکتوبر کے آخر میں چاول کے پودے کے خشک ڈنڈل اور خالی سٹے جلاتے ہیں۔بھارتی کسانوں نے اس سال 3 کروڑ 50 لاکھ ٹن ڈنڈل جلائے۔ڈنڈلوں کے دھوئیں نے دہلی سے لے کر لاہور تک پورے پنجاب کی مت مار دی۔

دوسرا: لاہور کی فیکٹریوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے' یہ فیکٹریاں دھواں پیدا کر رہی ہیں۔

تین: حکومت نے لاہور کے گردونواح میں درجن کے قریب بڑے پاور پلانٹس لگائے۔ بجلی کا ایشو ختم ہو گیا لیکن فضا آلودہ ہو گئی اور چوتھا: سورس گاڑیاں ہیں۔لاہور شہر میں دس لاکھ گاڑیاں ہیں۔ہمارے پٹرول کا معیار انتہائی پست ہے چنانچہ یہ گاڑیاں چلتا پھرتا سموگ ہیں۔ان چاروں سورسز کے علاوہ بھی سورسز ہیں۔لاہور میں ٹائروں کو جلا کر تاریں اور تیل حاصل کیا جاتا ہے۔شہر میں ٹائر جلانے والے سینکڑوں احاطے ہیں اور سیالکوٹ ریجن میں بھی اس موسم میں مونجی کی باقیات جلائی جاتی ہیں۔لاہور کی آبادی بھی پھیل رہی ہے۔مضافات میں جنگل۔کھیت اور کھلیان بھی ختم ہو رہے ہیں لاہور تیزی سے سموگ میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے ترقی کا جھنڈا لاشوں پر نہیں لگا کرتا۔پنجاب اگر اس ترقی کے ہاتھوں بیمار ہو گیا یا لوگ اگر مرنا شروع ہو گئے تو یہ ذمہ داری بہر حال پنجاب حکومت پر جائے۔

چنانچہ ہماری درخواست ہے پنجاب حکومت فوری طور پر کلین پنجاب کمیشن بنائے۔فضائی آلودگی کی وجوہات تلاش کرے۔اصلاحات کرے۔اسمبلی سے منظوری لے اور لاہور کو لندن کی سپرٹ سے صاف کرنا شروع کر دے۔لاہور اور اس کے گردونواح میں اصلی شجر کاری کرائے۔ فیکٹریاں باہر شفٹ کرائے۔گاڑیوں کی تعداد کنٹرول کرے گاڑی کے استعمال کی اجازت ساتھ فیملی کے ساتھ دے دین میں VIP کا کوئی Concept نہیں ہے ہر آدمی بائیک استعمال کرے۔ پٹرول کا معیار بہتر بنائے۔کوڑا۔ٹائر اور کوئلہ جلانے پر پابندی لگائے اور درخت کاٹنے کی سزا متعین کرے۔ حکومت کلین ائیر لندن ایکٹ سے بھی مدد لے سکتی ہے اور یہ بھوٹان ماڈل کو بھی سٹڈی کر سکتی ہے۔یہ بھارتی حکومت کے ساتھ مل کر دھان کی باقیات جلانے پر بھی پابندی لگا سکتی ہے اور یہ بچوں کے سلیبس میں ماحولیات کا مضمون بھی متعارف کرا سکتی ہے۔یہ اقدامات ضروری ہیں ورنہ دوسری صورت میں پنجاب بالخصوص لاہور ایک ترقی یافتہ قبرستان بن جائے گا۔ تعلیمی ادارے بند کرنا سموگ کا حل نہیں۔۔۔ بلکہ تعلیمی ادارے بند کرنے سے اس ملک کے نونہالوں کو نا قابل تلافی نقصان ہو گا' جو سموگ کے نقصانات سے کہیں بڑھ کر ہو گا!

ذہنی سکون

1. مثبت سوچ رکھیں: ہمیشہ مثبت اور امید وار رہیں
2. ذہنی دباؤ سے بچنے کے لیے یوگا اور میڈیٹیشن کریں.
3. خود کو سمجھیں اور اپنی خواہشات کو پہچانیں.
4. اپنے مقاصد کو واضح کریں.

سماجی تعلقات

1. خاندان اور دوستوں کے ساتھ وقت گزاریں.
2. نئے دوست بنائیں اور سماجی سرگرمیوں میں شرکت کریں.
3. اپنے تعلقات کو مضبوط بنائیں.
4. دوسروں کی مدد کریں.

جسمانی صحت

1. ورزش کریں.
2. صحیح اور متوازن خوراک لیں.
3. پانی کا استعمال زیادہ کریں.
4. وقت پر سونا اور جاگنا.

مالی استحکام

ا. شیڈول بنائیں اور اس پر عمل کریں.
2. پیسے محفوظ کریں.
3. قرض سے بچنے کی کوشش کریں.
4. مالی تعلیم حاصل کریں.

ذاتی ترقی

1. خود کو سکھائیں اور نئی چیزیں سیکھیں.
2. اپنی خواہشات کو پہچانیں اور ان کے لیے کام کریں.
3. اپنے مقاصد کو حاصل کریں.
4. خود پر توجہ رکھیں.

اخلاقی اور مذہبی زندگی

1. اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کریں.
2. نیک کام کریں اور دوسروں کی مدد کریں. 3. ایمانداری کا دامن تھامے رکھیں.
4. خود کو اللہ کے حضور میں جواب دہ سمجھیں.

اضافی ٹپس

1. ہمیشہ شکر گزار رہیں.
2. اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کریں.
3. خود کو ہمیشہ مشغول رکھیں.
4. اپنے خاندان اور دوستوں کا احترام کریں.

یہ ٹپس آپ کی زندگی کو خوشحال اور کامیاب بنانے میں مدد کریں.

پکوان

عائشہ نعیم

سیب کا سیزن ہے تو سیب کا مربہ ضرور بنوائیے

اجزاء:

-سیب:1کلو(درمیانے سائز کے)-چینی:1کلو-پانی:2کپ

-لیموں کا رس:2کھانے کے چمچ-دار چینی کی چھڑی:1عدد (اختیاری)-الائچی:4-5دانے(اختیاری)

1.سیب کی تیاری:

-سیب کو اچھی طرح دھو کر خشک کر لیں۔

-سیب کا چھلکا اُتار لیں۔

-سیب کو پانی میں ڈال دیں تاکہ وہ کالا نہ ہوں۔

2.چاشنی تیار کریں

-ایک پتیلے میں پانی اور چینی ڈال کر چولہے پر رکھ دیں۔

-چینی کو پانی میں اچھی طرح حل کریں اور ہلکی آنچ پر پکائیں تاکہ چاشنی تیار ہو جائے۔

-چاشنی کو اس وقت تک پکائیں جب تک وہ گاڑھی نہ ہو جائے۔

3.سیب کو چاشنی میں پکائیں:

-سیب کو پانی سے نکال کر چاشنی میں ڈال دیں۔

-چاشنی میں دار چینی کی چھڑی اور الائچی بھی ڈال دیں(اگر آپ استعمال کرنا چاہیں)۔

-سیب کو چاشنی میں ہلکی آنچ پر پکائیں جب تک وہ نرم ہو جائیں لیکن بالکل نہ ٹوٹیں۔

-یہ عمل تقریباً20-25منٹ لے سکتا ہے۔

4.لیموں کا رس شامل کریں:

-جب سیب نرم ہو جائیں تو لیموں کا رس چاشنی میں ڈال دیں۔

-لیموں کا رس چاشنی کو شفاف بناتا ہے اور اس میں خوشبو بھی شامل کرتا ہے۔

5.مربہ کو محفوظ کریں:

-جب چاشنی اچھی طرح گاڑھی ہو جائے اور سیب بھی مکمل طور پر پک جائیں، تو چولہا بند کر دیں۔

-مربہ کو ٹھنڈا ہونے دیں۔

-مربہ کو صاف اور خشک شیشے کے جار میں بھر دیں اور جار کو اچھی طرح بند کر دیں۔

-سیب کا مزیدار مربہ تیار ہے۔

یہ سیب کا مربہ انتہائی ذائقے دار ہوتا ہے اور اسے آپ کافی عرصے تک محفوظ رکھ سکتے ہیں۔